جلد ۹ نمبر ۵

مضامین غیر

مورخہ یکم فروری سنہ ۱۹۲۳ء

معیار زبان

قطع نظر اُن زبانوں کے جنکا دائرہ محدود ہے اور جن میں شائستگی اور تہذیب کم یا محدود ہے ہرچند زبان کا ایک معیار (اسٹینڈرڈ) ہوتا ہے۔ اور ہر زبان کو اس معیار پر کاربند ہونا ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ اسکی تقریر و تحریر ٹکسال باہر کہی جاتی ہے۔ ذی شعور لوگ اسکی پیروی کرتے ہیں۔ ادب (لٹریچر) کی کتب مستند اور اہل مستند مصنفین (اسٹینڈرڈ آتھرز) کی تصانیف سے درسی نصاب (کورس) تالیف ہوتے ہیں۔ مثلاً ادب عربی میں شعرائے جاہلیت کا کلام سبعۂ معلقہ وغیرہ ابتک داخل نصاب ہے (جاہلیت سے مراد وہ زمانہ ہے کہ جو قبل بعثت پیغمبر تھا جہالت کا زمانہ نہ سمجھا جائے)۔ فارسی ادب میں فردوسی و سعدی و حافظ وغیرہ کا کلام ابتک پڑھایا جاتا ہے۔ انگریزی میں شیکسپیر کے ڈرامے آج تک داخل نصاب تعلیم ہیں جو جو قواعد صرفیہ و نحویہ کی رو سے غلطیاں ہوئی ہیں انکو مہذب عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ بپاس ادب یہ صاف طور سے نہیں کہدیا کہ یہ غلطی صرفی شیکسپیر نے کی بلکہ اسکی ایک فہرست بنا کر شیکسپیرین گرامر نام رکھدیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلف کے کلام کی کسقدر منزلت کی جاتی ہے۔ خیالات صحیح و محاورات زبان کا ذخیرہ (میٹریل) ہر زبان کے پاس یہی سلف کا اندوختہ ہے۔

جس طرح اندوختۂ فصحائے سلف ذخیرۂ زبان ہے اسی طرح مرکز زبان بھی مقرر ہیں۔ ملک عرب کی حدود وسیع ہیں۔ جدولیہ میں موجود ہے مگر مرکز زبان حجاز ہے اہل عرب نے اسکو تسلیم بھی کیا ہے اور غیر حجازی لوگ محاورات حجاز سے نا آشنا ہیں مگر حجاز کو برا نہیں کہتے بلکہ تعریف کرتے ہیں۔ کتب صرف و نحو میں بعض بعض جگہ غیر مانوس لغات و الفاظ کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ مراح الارواح میں موجود ہے الاکل لغۃ ردیۃ (بقول اطلعہ) ماتا یعنی رہتا کو بزیادتی الف رہاتا کہنا لغت ردیہ ہے۔ یا قبیلہ بنی طے ذو۔ الذی کی جگہ بولتے ہیں (مثل)

"و بیرئی ذو حفرت و ذو طویت"

ایک عرب قبیلہ بنی طے کا ثبوت ملکیت میں کہنا ہے کہ یہ پانی تو ہمارے باپ دادا کا ہے۔ یہ وہ

کوشش ادغام



یہ وہ کنواں ہے جسکو ہم نے کھودا ہے اور اسکی جگہ ہم ہی نے بنائی ہے۔

نقل فاضل فیروزآبادی صاحب قاموس نے ایک فصیح قبیلہ کی عورت سے شادی کی شب کو شوہر نے زوجہ سے کہا کہ اقتلی السراج چراغ کو قتل کر ڈال یعنے چراغ کو بجھا دے چونکہ عرب اور عجم میں آج چلا کرتی تھی عورت سمجھ گئی کہ حضرت عجمی ہیں اور دل میں بہت کڑھی کہ ہائے تقدیر سوئے ایرانی کی جورو بنی مگر خراب آخر مقدر کا لکھا پورا تھا صبر کرنا چاہیے پھر خیال آیا کہ اگر میرے کنبہ قبیلے پر حال کھل گیا کہ داماد صاحب ایرانی آغا ہیں اور محاورہ چراغ کشتہ کا ترجمہ اقتلی السراج فرماتے ہیں تو سخت بدمزگی ہو جائے گی۔ آخر اس نے باصرار پوچھا سچ بتاؤ تم کون ہو۔ اور تم کو کیونکر جرات ہوئی کہ تم نے عرب کے ایک مشہور قبیلے کی عورت سے شادی کی۔ میاں نے اپنا نام بتایا وطن بتایا مگر حیرت ہوئی کہ شبہ و شک کا سبب کیا ہے ساتھ کہا کہ ذات کیوں پوچھی جاتی ہے۔ بی بی نے بتایا کہ تمہیں "اطفئی السراج" کہنا چاہیے تھا۔ لے اب بوریا بدھنا سنبھالو اور میاں سے اور رفو چکر ہو جاؤ ورنہ جان کی خیریت نہیں۔ بیچارے ترکے منھ اندھیرے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن کاری تھے غیرت دار لغت عربی کے پیچھے پڑ گئے اور اس درجہ محنت کی کہ آج اہل عرب بھی انکی تصنیف کی ہوئی لغت سے استناد کرتے ہیں۔

زبان فارسی کی بھی یہی حالت ہے۔ فارس کا رقبہ سب کو معلوم ہے مگر فصاحت و شیرین کلامی شیراز۔ طوس وغیرہ سے مخصوص ہے۔ حافظ۔ سعدی۔ فردوسی کا نام مشہور اور زبان زد ہے چنانچہ آجنگ ایران کے شہری مدارس میں ان قدیم شعرا کا کلام اسی وجہ سے داخل نصاب ہے کہ عوام زبان بگڑنے نہ پائے۔ اور وجہ جو نہ بدلی گئی ہے اسے ضرور نہ پہونچے ورنہ ظاہر ہے کہ دیوان حافظ بچوں کے درس میں داخل کرنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اسمیں صوفیانہ مسائل ہیں جنکو بچوں سے کوئی علاقہ نہیں۔ وہ بیچارے رموز تصوف کو کیا حل کرینگے جبکہ ہمارے ہندوستان کے شاعر اہل جناب اقبال کے فہم اقدس میں کسی طرح نہ آئے۔

علیٰ ہذا القیاس انگریزی جو ایک یوروپین زبان ہے اسکا رواج امریکہ میں بھی ہے تو جا لغت کا جانسن و ویبسٹر ایک مجموعہ عظیم اسکی بنائی ہوئی لغت (ڈکشنری) موجود ہے مگر غلط و صحت معنی کے لیے ویبسٹر کی ڈکشنری معمول بہ ہے۔

ہر زبان کے بولنے والے مرکز زبان کے قائل اور مستند مصنفین کے سچ سر ہیں۔ پیروی کرتے ہیں۔ تقلید پر جان دیتے ہیں۔ اردو بولنے والے

ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ الگ بنا رہے ہیں نہیں بلکہ اہل شہر، قصباتی، دیہاتی ہر فرد کہتا ہے کہ کیا ہم اہل زبان نہیں ہیں۔ دلی، لکھنؤ کے محاورات سنکر مضحکہ کرنا تو ایک معمولی بات ہے۔ یہاں صاحب جو بات معلوم نہیں ہوتی یا بن نہیں پڑتی اسپر مضحکہ نہیں تو اور کیا کیجیے گا۔ دلی والوں پر اعتراض کیجیے، لکھنؤ والوں پر ریشخند کیجیے مگر خبردار جو آپ نے غور و فکر سے کام لیا اور یہ سمجھے کہ اگر ہر مقام کی زبان مستند ہوجائے تو ہزار مرکز ہوجائینگے۔ ہر مصنف یا شاعر اگر اسٹینڈرڈ آخر ہوجائے گا تو اختلافات محاورات و تذکیر و تانیث وغیرہ خصوصیات زبان کا کیا انجام ہوگا بھانمتی کی برات میں سب ہی ٹھاکر۔ اس زبان کی ذہانی قوت احسان سے باہر ہوجائے گی۔

کاش مندرجۂ ذیل اصول پر منصفانہ نظر فرمائیں کہ زبان کے لیے کن کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) زبان مادری۔

(۲) مرکز۔

(۳) علم ادب۔

زبان مادری۔ زبان کی ابتدائی تعلیم آغوش مادری سے شروع ہوجاتی ہے جس طرح کہ ماں کے مزاج و عادات کا اثر مولود میں آتا ہے اسی طرح زبان اور گفتگو پر بھی اثر پڑتا ہے اگر ماں کا ش ق درست نہیں ہے تو مولود بھی سنکر شرما بولنا سیکھے گا زبان مادری میں اگر کوئی نقص ہے تو زبان مولود میں بھی ضرور رہے گا۔ اگر ماں غیر فصیح زبان بولتی ہے تو بچہ کو فصیح زبان اجنبی معلوم ہوگی مثلاً اگر کوئی ماں بدصورت ہے اور کوئی غیر عورت خوبصورت ہے تو بچہ کا میلان طبع ماں ہی کی طرف بہ نسبت اجنبی خوبصورت عورت کے طبعاً و فطرۃً زیادہ ہوگا لہذا وہ بزرگوار جو مرکز زبان سے دور ہیں وہ ہرگز لب و لہجہ و خوبی زبان کا احساس مثل ان لوگوں کے نہیں کرسکتے جو مرکز زبان سے قریب تر ہیں۔ اس لیے کہ آخر الذکر حضرات کی تربیت اس آغوش مادری میں نہیں ہوئی۔

۲۔ مرکز۔

اس مرکز زبان کے لیے بھی چند خصوصیات ہیں اردو چاہے مقام ہیچ سے نکلے خواہ اسکا پہلا شاعر دکن میں پیدا ہو خواہ بادشاہی اردوے معلے کے مختلف اہل فوج کے اختلاط سے حادث ہوجائے مگر جب یہ شائستہ زبانوں کے شمار میں آگئی ہے تو اسکا بھی ایک مرکز ہوگا اور یہ مرکز وہیں ہوگا جہاں اسکے سرپرست ہوں۔ جہاں اسکے ترقی کے اسباب موجود ہوں۔ ظاہر ہے کہ شاہوں کے دربار سے اسکی ترقی شروع ہوئی اور غدر کے بعد کورٹ لکھنؤ میں بھی اردو والی تھی ہندو مسلمان بالاتفاق اسکو دینی ملکیت سمجھتے رہے کتابیں تصنیف ہوئیں، علوم و فنون کے ترجمے ہوے، روح علم ادب یعنی شاعری کا چرچا دلی میں اس شد و مد سے ہوا کہ خود بادشاہ وقت شاعر ہوگیا بزم مشاعرہ و صحبت تحقیق و تنقیح اسرار و رموز ادب ہے گھر گھر برپا ہونے لگی۔ سوائے دلی کے یہ ترقی ادب اردو کو کہاں نصیب ہوئی ان تاریخی ثبوت کو نظر انداز کرکے دلی کو مرکز اردو نہ کہنا اور ایک گوشہ کو مرکز اردو کا لقب دینا خلاف انصاف ہے۔

بعد دلی کے فیض آباد کا دور آیا صوبہ داران فیض آباد دہلی ہی سے فیض آباد آئے وہی زبان وہی شوق وہی میلان شعر و شاعری وہی خیال ترقی ادب اردو بھی اپنے ساتھ لائے دہلی کی بے آشوبی سے جو زبان اردو میں ضعف آگیا تھا اسکا فیض آباد میں عوض ہوگیا۔

میر انیس مرحوم لکھنؤ میں بارہا کہا کرتے تھے کہ ہم اہل فیض آباد یوں نظم کرتے ہیں۔

فیض آباد کے فیض سے تو ادب اردو دربار نظامت ہی تک فیض یاب ہوا تھا لکھنؤ میں پھر وہی دربار شاہی کی باریابی اسکو نصیب ہوئی مثل دربار اول شاہی کے یہاں بھی اسکی سرپرستی بوجہ اتم ہوئی۔ بادشاہ اگر کسی فن کا سرپرست ہوجاتا ہے اور اہل دربار اس فن کے ماہرین کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تو اس فن کی ترقی میں کوئی دقیقہ کوئی کسر نہیں رہتی۔ خود خود اسد اللہ خاں غالب جو کہ اردو کے مسلم الثبوت شاعر ہیں اپنے رقعہ میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ لفظ تو دلی میں مذکر مستعمل ہے اور لکھنؤ والے مذکر بولتے ہیں۔ بنگالہ کا ذکر نہیں جہاں کہتے ہیں ہاتھی آتی ہے۔ حضرت غالب کی بے تعصبی اور انکا انصاف دیکھیے کہ اس محقق وقت نے لکھنؤ کو باعتبار زبان دلی کا ہم پلہ و ہم رتبہ فرمادیا اور دیگر بلاد کو بالصراحت غیر مستند کہہ دیا۔

اس سے بڑھکر اور کیا شرف لکھنؤ کے واسطے ہوسکتا ہے کہ جب دہلی کی حالت دگرگوں ہوئی اشراف گردی کی بلا نازل ہوئی تو میر تقی میر مرحوم لکھنؤ تشریف لائے اور گاڑی جو کرایہ سواری کے لیے کی تھی اسمیں اپنے شریک سفر سے بات چیت نہ کی جب اس نے پوچھا تو کہہ دیا کہ میری زبان آپ سے بات کرنے میں خراب ہوگی۔ وقتی تکلم و کلام سے جو عارضی طور سے ہوتا مستقدمہ جناب کیا اور لکھنؤ میں قیام فرمایا بلکہ یہیں انتقال بھی ہوا (اس واقعہ کی تفصیل آب حیات میں آزاد مرحوم نے تحریر کی ہے) (باقی آئندہ)

راقم ان نیچرل شاعر

دو جنٹلمینوں کے مختلف خیالات

مہاراج پنچ - بائیں لاگن - ہنستے ہنساتے آج زلیچ و زناج تو بہر پونچھ گج لینگے پہلے ہماری کتھا سن لیجیے عرصہ سے شرف باریابی نہ حاصل کرنے کا سبب یہ تھا کہ جب سے بندہ آپ کے سادوں کی جماعت میں داخل ہوا مرنے کی بھی فرصت غائب ہو گئی - وہ تو کہیے برسوں دنگی ہی دنگی میں کچھ یوں ہی سی جھڑپ یا کھٹ پٹ ہو گئی تو اتنا بھی موقع ہاتھ لگا کہ میں ایک دلچسپ واقعہ لے کے بارگاہ عالی میں حاضر ہو رہا ہوں اب ذری ادھر مخاطب ہو جایئے - حضرت جمعہ جمعہ آٹھ روز ہوئے کہ اینجانب علیہ الرحمۃ والغفران بے کھٹکے کھٹ پٹے کھٹ پٹ کرتے ایک بنگلو پر جا دھمکے یہ ایسا موقع تھا کہ نہ تو صاحب بہادر کے سامنے سے پھر کر واپس ہو سکتے تھے اور نہ آگے قدم ہی بڑھتا تھا اتفاق سے ایک صاحب کی نظر پڑ ہی گئی گھبرا کر بولے "پچ - ہلو اے حضرت آپ برامدے میں آکر کیوں رک گئے؟ آئیے آپ بھی اس مزیدار بحث میں حصہ لیجیے - میں کچھ مسکراتا ہوا آگے بڑھا کرے ہیں دو نئے جنٹلمین آرام کرسی پر دراز تھے یہ دونوں نئے حضرات ہندوستان میں پیدا ہوئے اور ایک معزز خاندان کے پروردہ یافتہ ہیں دوران گفتگو میں چہرے بشرے سے خون مسلمانی کی لہریں دوڑتی دکھتی ہیں صورت پر بھی ہندوستانیت کا عکس نمایاں ہے لیکن بات چیت کی زمین ایسی سنگلاخ تھی کہ یورپ بھی ٹھوکر کھا کر رہ جائے ایک نیم مسٹر صاحب بہادر نے اٹھ کر یا ان کا تعارف کرایا معلوم ہوا کہ داہنی طرف والے صاحب جنہے شرافت کے قریب کسی درگاہ مقدس کے مجاوروں میں ہیں اصلی نام جو کچھ ہو مگر اب یہ اپنے کو اس - پی جنرل کے نام سے مشہور کرتے ہیں قسمت سے انٹرنس پاس کرنے کی بھی تکلیف نہیں اٹھائی - شکل عکس پر زنخ کٹے داڑھی ہے دوسرے صاحب صوبۂ اودھ سے کسی بگڑے رئیس کی حماقت ہیں دس سال قبل ضیاء الدین نام تھا اور صاحب جب سے بیرسٹری پاس کر آئے ہیں مسٹر ڈی - ان میکلاوڈ کہے جاتے ہیں - ان دونوں ہندی نژاد یوروپین نما صورتوں میں پردہ پر مباحثہ ہو رہا تھا مسٹر میکلاوڈ جو ولایت کی سیر سے بہرہ ور ہو چکے تھے "پردہ" کو "بے پردگی" پر ترجیح دے رہے تھے اور جو انٹرنس ہی کے درجہ میں انگریزیت کی ٹھوکر کھا کے گر پڑے وہ "پردہ" سے "بے پردگی" کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے - اب ہم لفظاً بحث کا ترجمہ و ہدیہ ناظرین کرتے ہیں -

جنرل :- مسٹر میکلاوڈ آپ کے نزدیک ہندوستان کے شرفا میں پردہ کا رواج کیا وقعت رکھتا ہے؟"

میکلاوڈ - دھینگا بہت زیادہ - اگر پردہ کا رواج شرفا میں نہ ہوتا تو آج بیسیوں معزز خاندان کی عورتیں سر بازار اچکتی پھرتیں اور اسکے ساتھ ہی شرع شریف کی حرمت بھی قائم نہ رہتی"

جنرل "کیوں؟"

میکلاوڈ "اس وجہ سے کہ شرعاً کسی شریف عورت کا نامحرم کے سامنے آنا سخت گناہ ہے"

جنرل :- خیر - شرع ورع کو تو جہالت کے طاق پر رکھیے یہ بتایئے کہ عورتوں کے آزاد رہنے میں انکی کیا توہین ہے"

میکلاوڈ "عورت اگر کھلے خزانے بے نقاب بے مقنع و چادر اپنے حسن و زیبائش پر ندیدوں کو نگاہ بازی کا موقع دیتی رہے تو مشکل ہے کہ عصمت قائم رکھ سکے - یہ ہندوستان ہے یورپ نہیں ہے یہاں مسلمان اور ہندو رہتے ہیں دونوں اصل کے شرمیلے اور جھینپو ہیں ان کو اپنی نسل کی حفاظت پر خواہ مخواہ اصرار ہے - ہندوؤں کے صحیح اصول شرعی مجھکو نہیں معلوم مگر مسلمان اسپر متفق ہیں"

جنرل - (قہقہہ لگا کر) جی ہاں یہی تو لیجیے پردہ اسلام کی خوبیوں کو دبا رہا ہے - بہت سے شریف لڑکے شادی سے محروم رہ جاتے ہیں - بغیر دیکھے بھالے شادیاں ہو جاتی ہیں جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کی اکثر اپنی بیویوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اگر پردہ نہ ہو تو ہر جنٹلمین کچھ روز محبت کے لڑکی سے لڑائے اور جب اجنبیت جاتی رہے تو لڑکی کی رضامندی کے ساتھ شادی کرے ایسی صورت میں میاں بیوی کی نااتفاقی رونما نہیں ہو سکتی"

میکلاوڈ "تمہارا یہ کسی قدر صحیح ہے - لیکن شاید آپنے اسپر غور نہیں فرمایا کہ یورپ میں بھی طلاق طلاق کی آفت باوجود کورٹ شپ کے ہندوستان سے کچھ کم نہیں ہے اسکے علاوہ جب اتنی آزادی ہے کہ جب جی چاہا تشریف لائے اور وہی چنگیز سے تخلیہ میں گھل مل کے باتیں کیں تو دغا بازی کے واسطے بھی اتنی ہی وسعت ہے جتنی کہ ایمانداری اور وفاداری کے لیے - غریب ہندوستانی تو یہ سمجھتا ہے کہ ایک لڑکی بھی دغا بازی کا شکار ہوئی تو سارے خاندان کی ناک کٹ گئی - وہ ہرگز اسکو پسند نہیں کرتا کہ نسلیت کا جوہر اس گرما گرمی میں پارے کی طرح اُڑ جائے"

جنرل "یعنی جی"

میکلاوڈ "یعنی شرم - حجاب اور وہ خوبیاں جو لفظوں میں نہیں ادا کی جا سکتیں -

جنرل "مثلاً؟ دو ایک تو اور بتایئے"

میکلاوڈ "یہی کیا کم ہے کہ عورت آزاد ہو کر اپنے خاوند کے قابو میں نہیں رہ سکتی ایک عورت ایک ہی دل کے واسطے رزرو ہے یعنی وہ نمائش کی چیز نہیں"

جنرل "تو اسمیں برائی کیا نظر آئی"

میکلاوڈ "کیا آپ اسمیں کچھ توہین نہیں سمجھتے کہ آپ کی بیوی جہاں جی چاہے وہاں رہے اور جہاں چاہے وہاں چلی جائے -

جنرل "نہیں بالکل نہیں - یہ عورت کی بہت بڑی حق تلفی ہے - کہ چار دیواری میں قید کر دی جاتی ہے - مجھے تعجب ہے کہ آپ باوجود اسکے کہ ولایت کی سیر کر آئے مگر پردے کی حمایت دل سے دور نہ ہوئی"

میکلاوڈ "خدا نہ کرے کہ پردے کا خیال میرے دل سے دور ہو - مجھے انگریزی تعلیم میں یہ بتایا گیا ہے

کو عورت کو آزادی سے نہ روکنا چاہیے لیکن میں اسکی حمایت نہیں کر سکتا۔ کئی بے پردہ خواتین سے دل لگا بیٹھا گر ان ہو جائیں سے ایک کو سائی دوسرے کو جدائی کے سوا اور کوئی نفع نہ اٹھایا۔ اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔

ٹیمزل: آپ انگریزی تعلیم یافتہ ہو کر ایسی بحث کرتے ہیں؟ جب عربستان ترکستان ایران وغیرہ وغیرہ میں پردہ کا رواج نہیں ہے تو پھر ہندوستان میں پردہ کیسا؟

میکلاوڈ: یہ کون کہتا ہے کہ عرب اور ایران میں پردہ نہیں اے حضرت وہاں بھی حقوق شوہر ویسے ہی محفوظ ہیں جیسے یہاں۔ کوئی بے برقع و چادر نہیں نکل سکتی چونکہ مجھے جناب کی قابلیت اور علم کا اندازہ ہو چکا ہے اس لیے میں اس بحث کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا یا اگر آپ کسی ایسے شخص کو لائیے جو علوم سائنس فلسفہ کا عالم ہو تو میں اس سے بحث کروں۔ میں اگر آپکے سامنے کوئی منطق کا مسئلہ پیش کروں تو آپ کی سمجھ ہی میں نہ آئے گا لہذا جواب جاہلاں باشد خموشی بحث کو ختم ہی کر دینا مناسب ہے۔

ٹیمزل: یہ ٹھیک ہے۔ جب جواب نہ دیجئے کہ منطق کا مسئلہ پیش کر دیا جسکو میں سمجھ ہی نہ سکوں گا حضرت بقول آپ کے میں ضرور جاہل ہوں لیکن میرے خیالات تاریک نہیں ہیں حسن بے پردہ کی روشنی نے خانۂ دل کو منور کر دیا ہے اسی طرح گو آپ جاہل نہیں کہے جا سکتے لیکن آپ کے خیالات نہایت تیرہ و تار ہیں۔ اس لیے کہ پردہ کی تیرگی میں بند ہیں۔

میکلاوڈ: اچھا بس اب زیادہ دماغ پر زور نہ دیجیے ورنہ برا ہوگا۔

ٹیمزل: برا کیا ہوگا۔ میں بھی پردہ دری پر اتنا ہی قادر ہوں جتنا کہ آپ۔

ابھی یہ سلسلہ یہاں تک پہونچا تھا کہ ہمارے مہربان مسٹر ہیرلیسن اس خیال سے کہ ہاتھا پائی کی نوبت نہ آ جائے اور علاوہ دونوں ایک دوسرے کی پردہ دری پر آمادہ نہ ہو جائیں اٹھ کھڑے ہوئے اور سلسلہ بحث ختم کراتے ہوئے صلح کرا دی۔

مولانا پنچ: یہ ہے آجکل کی تہذیب خدارا کوئی آپ ان فرنگی مآب مسلمانوں کو سمجھائے ورنہ نتائج بہت برے نظر آتے ہیں۔ آبرو کا یوں خاتمہ دیکھ کر بیچ اجلا ہندوستان کے واسطے سم قاتل ہے۔ یہ کمبخت اب علانیہ پردہ دری پر آمادہ ہو گئے ہیں

پنچ: حضرت! جب یہ لوگ خدا کی نہیں سنتے تو بیچارے غریب کی کیا سنیں گے۔

راقم

سرکوب فتح پوری

قیامت! قیامت!! قیامت!!!

مولانا پنچ۔ آپ کو تو خدائی رضی کی اطلاع کسی نہ کسی مخفی ذریعہ سے ہو جاتی ہے۔ بھلا بتائیے تو سہی یہ امریکہ کا منجم جو ستمبر کی تیرھویں تاریخ حشر برپا ہونے کی خبر برابر دے رہا ہے اسکی اصلیت کیا ہے؟

مستفسر فلاسفر

پنچ: آپ فلاسفر ہیں اس وجہ سے قیامت کے وجود یا وقوع میں شک رکھتے ہیں حالانکہ ایک فلاسفر کو قیامت پر ایمان رکھنا بہ نسبت ایک ملا کے زیادہ آسان ہے۔

سنیئے حضرت! قیامت کے اعتبارات مختلف ہیں لیکن مسئلہ ناہرحق ہے منطق کہتے ہیں العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث۔ تغیر و حدوث خود ہی قیامت برپا کرنے والی شے ہے جس دن کامل تغیر ہوا اسی دن قیامت ہے۔

علمائے ہیئات کہتے ہیں کہ جس دن آفتاب کے مرکز ثقل میں فرق آ جائے گا وہی دن قیامت کا ہے۔ ایک کرہ دوسرے سے ٹکرائے گا اور کائنات کے دو عظیم ہنڈے لوٹیں گے دونوں مثل منقوش ہوتے ہوئے اون کی طرح تار تار ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہ کوئی مشکل بات نہیں فضائے آسمانی میں روزانہ یہ تماشے نظر آیا کرتے ہیں ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ چند اجسام کا وجود مخدوش ہے اور یہی دونوں اجسام بجائے یعنی چاند اور زمین ایک دن ٹکرا جائیں گے جب مرکزی کا کھیل ختم ہو جائے گا۔

معقولی فلاسفر کہتے ہیں کہ طبیعت کلیہ اگرچہ فاسد نہیں ہوتی لیکن بگڑنے کا امکان ہے جس دن بگڑی اسی دن دنیا کا خاتمہ ہے دنیا کا کوئی طبیب اس سوء مزاج کا مداوا نہیں کر سکتا۔

فلاسفہ مادیین کہتے ہیں کہ مادہ اگرچہ قائم بالذات ہے لیکن تغیر کی عادت رکھتا ہے۔ بے شعور ہے اور متحرک ہے اس غیر ذی شعور سے ذی شعور وجودات کی تکوین ہوتی ہے۔ تکوین بلا ارادہ ہے۔ جس طرح جس چیز نے بغیر محرک کے حرکت اختیار کر لی غیر شعور سے ذی شعور چیزیں بنا لیں۔ عدم آپکے کہا نے اور روپ بھرنے کی عادت ڈالی ہے دم سادھ لینے دیر نہ لگے گی۔ اور عدم سادھا اور جزئیات آئی ذرات کی ترتیب عناصر کی ترکیب سب غائب غلہ ہو جائے گی اور یہی قیامت ہے۔

علمائے مذہب ان تمام اعتبارات کے جامع ہیں لیکن وہ ان تغیرات کو محرک اول کی مرضی کا تابع سمجھتے ہیں وہ نہ مادہ ہے نہ طبیعت کلیہ ہے وہ واجب الوجود دائمی البقا علت العلل غایۃ الغایات قادر مطلق ہستی جس دن بگڑی اسی دن قیامت آ جائے گی۔

متصوفین اس کے قائل ہیں کہ دنیا کا وجود ہی اعتباری ہے جملہ موجودات عالم کا وجود مجازی ایک حقیقت فیض کا جلوہ ہے۔ جلوہ کی جھلک کی آنچ موقوف ہو جائے تو آج ہی قیامت ہے۔ آئینہ غائب ہو جائیں نظارہ۔ جلوہ کا ورنی دے جانا معمولی سی بات ہو روزانہ وجود ظلی کا وجود اصلی دیکھنے سے جیسے معراج ہے اسکو اصطلاحاً وصال کہتے ہیں اگرچہ مقتضائے جذب دفعۃً واحدۃً ان لوہوں کے ریزوں کو جیسے عالم مراد ہے کھینچ لے تو ساری کائنات کا وصال ہو جائے اور یہی قیامت ہے۔ یہ سائیں کے کھیل ہیں

ہے عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

شاعروں کا وزن ہی نرالا ہے انکی جنت بھی نرالی ہے انکی قیامت بھی نرالی ہے۔ وصل زندگانی کا نام ہے ہجر موت کا۔ ہائے یار کی ٹھوکر کا نام قیامت ہے



اجنبی مہمان :- اجی آپ نے مجھے پہچانا میں ہوں ہمدردی۔ رحم کی سگی بہن ہوں۔ انسانیت کی بیٹی ہوں انصاف سے بھی دور کی رشتہ داری ہے سکھوں کے پڑوس میں ایک رات تو پڑ رہنے دیجیے"

حاکم :- مگر میں آپ کو نہیں جانتا۔ میں نے کبھی آپ کا نام نہیں سنا۔ لہٰذا ہوا کھائیے۔ یہاں آپ کے لیے جگہ نہیں ہے"

خلاں پا کی جھنکار نغمہ صور ہے۔ محشر خرامی حشر بپا
کرتی ہے کتنے بیدار ہوتے ہیں۔

اس خیالی دنیا میں ایک اور فرق بھی ہے جسے
پولیٹیکل کہتے ہیں یہ بھی ایک قیامت کا قائل ہے
اس قیامت کے آثار کو کسی فلسفی طبی مذہبی شعری
صوفی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے اسکا باوا آدم
ہی دوسرا ہے۔ اسکی قیامت صنعت و حرفت تجارت
تمدن کی کشاکش سے شروع ہوتی ہے
جب ایک قوم دوسری قوم کے حقوق پر غاصبانہ
حملہ کرتی اور اس حملہ میں کامیاب ہو جاتی ہے تو
حشر برپا ہو جاتا ہے۔ اس حشر کی مدت اس

ایک دن ہے ہزار برسوں کا

پولیٹیکل دنیا کی قیامت حقوق کے محسوس ہونے
سے شروع ہوئی آجتک قائم ہے اور شاید جبتک دنیا
تک رہے گی۔ اسکی قیامت ایک نہیں ہے کئی ہیں
اولاد کا بے تعلیم رہنا قیامت ہے۔ غیر ملکیوں کا
دل بسنا قیامت ہے۔ افلاس قیامت ہے
مفلسی میں کثیر العیالی قیامت ہے۔ ناداری میں
جھیٹ کی عہدہ داری قیامت ہے۔

ہر ملک ہر پولیس کی قیامت بھی جداگانہ ہے اور
بانی قیامت بھی جداگانہ مثلاً روس میں پہلے
زار روس اور اسکے خاندان کا وجود قیامت تھا۔
پھر اتحادیوں کی دوستی نے دوسری قیامت برپا کی
اب لینن صاحب خود ذر قیامت ہو چکے ہیں تو اختلاف
کی قیامت برپا ہے۔

جرمنی کی خود مختاری قیامت تھی اس خود مختاری نے
تمام یورپ پر قیامت نازل ایشیا اور افریقہ پر قیامت
نازل کی آخر بانی قیامت کو امریکہ کی قیامت نے
ہڑپ کر لیا۔ اب سکے کی قیمت کا سبک ہو جانا
قیامت ہے۔ فرانس کے مطالبات قیامت ہیں
برطانیہ کی دو رخی والی پالیسی قیامت ہے۔
کرٹ کی بھی ہے اور فوج کی بھی ہے قیامت ہے

ستم نعل در آتش آید دم ہم یار خود رنجد

کی قیامت ہے رعایا کا اختلاف قیامت ہے
تجارت کا انحطاط قیامت ہے۔

فرانس کا معاونت جنگ سے محروم رہنا قیامت ہے
مہاجن کا تقاضا قیامت ہے جنبی کرنسی نہ وصول
ہونے کی حسرت قیامت ہے۔ جنگی قیامت کی بدولت
ذکور بے شوہر کی کثرت تعداد قیامت ہے۔ پھر ان
شوہر زندہ عورتوں کے ہجر کی کالی رات قیامت ہے
اس ہجر میں بیہوشی اور بے ہوشی میں اشتعال اور اشتعال
میں حق سلیقہ فخر پہلو کا خالی رہنا قیامت ہے۔ بالشوزم
کی آمد اور سرمایہ داری کا خاتمہ قیامت ہے۔

اٹلی کو سینیر مسولینی کا وجود قیامت ہے۔ یہ اسیری
آدمی کے دشمن کی طرح انتظامی پارلیمنٹ کا بار بار
ڈسنا قیامت ہے۔ طرابلس کا لقمۂ سنگین پہلے
منہ میں لینا اور چبانا قیامت ہے۔

آسٹریا کی قیامت کا کہاں ٹھکانا ہے۔ ولیعہد
اور اسکی بی بی کا سرویا کے ہاتھوں مرنا قیامت
اور بعد جنگ اجتماعی قوت کا تکے بوٹی ہو جانا قیامت
اب کل یوم ہو فی شان کا تلون قیامت ہے۔

یونان کے واسطے برطانیہ (لائڈ جارج و لارڈ کرزن)
کی دوستی قیامت۔ ترکوں کا سلیم شاہی جنا قیامت۔
شاہ یونان کا بیک بینی و دو گوش نکالے جانا قیامت
زیر باری قیامت۔ یاروں کی عین وقت پر بیوفائی
قیامت۔ اب متوترم جنوبیا کی سینگ سکوڑی کے
زخم کی دیکھ بھال قیامت ہے۔

برطانیہ کو سیکڑوں قیامتوں کا سامنا ہو چکا اور
ہزاروں قیامتیں برپا ہیں۔ آئرلینڈ کے مقبوضات
سے دست برداری انڈے مرغی سے محرومی قیامت
ہے۔ بیکاری کی وبا لال لال جھنڈا اور بالشویکوں
کا پروپگنڈا قیامت ہے۔ روسی حکومت کو تسلیم کر لینا
اور ہاتھ سے ہی بیچتا ہے پھر دہی جٹلی کھا بیٹھنے کا
طعنہ قیامت ہے۔ صغری ختم ہوئی کبری کا انتظار
قیامت ہے۔ اگر برطانوی مقبوضات پر نظر ڈالیے
تو ہر طرف پولیٹکل قیامت کا غلغلہ ہے۔ عراق میں
فیصل کی دانہ زندگی اور ہر وقت کا سوال قیامت ہے
عرب میں میاں ملک حسین کی مجبولی اور ... واسطے
مرقوبی کے ایمانہ ہونے پر بڑے نخرے تنہا قیامت
ہے۔ موصل کے متعلق ترکوں کی چشم نمائی قیامت ہے۔

مصر کے نسبت زاغلول کا دال پیش ہو جانا ہو کس قیامت
ہے۔ سویز کا مسئلہ قیامت ہے۔ مسلم تمدن کا گوچھ ...
اب آئیے ہندوستان کی طرف جدھر دیکھیے قیامت کا
سامان ہے۔ سرحدی بدمعاشوں کا میم صاحب کو لے بھاگنا
اور صاحب بہادروں کا مارشل لا قیامت ہے۔ سول سروس کے
ولایتی امیدواروں کا تقرر کے لئے منہ پھیلانا اور آئندہ
کچھ نہ پانے کا رنج قیامت ہے۔ بنگال میں سازشوں کا از سر نو
زندہ ہونا اور تیل مارش ... کی کمیابی قیامت ہے۔
سکھوں کے تمام گروہ کا بگڑ جانا اور حاکموں کا سخن ناشنو
ہونا قیامت ہے۔ ہر شخص کا قانون سے نالاں ہونا اور
قانون شکنی پر آمادہ ہونا قیامت ہے۔ رشوت کی گرم بازاری
اور پولیس کی مردم آزاری قیامت ہے۔ حکومت کی ساکھ
بگڑ گئی۔ سچ بھی کہتے ہیں تو لوگ جھوٹا سمجھتے ہیں یہ بھی
ایک قیامت ہے۔ سوراجی کمبخت کو نسلوں میں گھس بیٹھے
کوئی ... اور ... مضبوط کراتا ہے کوئی ...
کو آزادی کا مژدہ سناتا ہے کوئی وزیروں کو نا قابل ...
کہتا ہے کوئی ... جتانے والے قانون کو منسوخ کراتا
ہے کوئی فوج کا خرچ کم کرانے کے درپے ہے ... موقع
آنے پر تیغ گورے چمڑے والوں کے پیٹ کی روٹی بھی چھین
کوئی ... میں کمزوروں کے ... سوچ رہا ہے کوئی
مساوات ... کی دھن میں ہے۔ یہ سب قیامتیں ...
ہیں اور ایک ... برطانیہ کی ذات پر ہیں۔ اگر ان
پولیٹکل قیامتوں کے اثر سے کوئی ذات محفوظ ہے تو وہ
ہندوستان کا وائسرائے ہے یعنی جناب نصفت مآب
لارڈ ریڈنگ صاحب ... آپ کی ذات بابرکت
خود ہندوستان کے واسطے قیامت سے کم نہیں جب
آپ دو برس قبل انگلستان سے یا انصاف یا انصاف کا
وظیفہ پڑھتے آئے تھے تو ہندوستانی ...
اور بدمعاشوں نے کہا تھا

ابھی فتنہ ہو کوئی دن میں قیامت ہوگے

اور جب آپ منتہائے خواہش ہندوستانیوں کی جان پر
سزا دل ہی ہو گئے تو بعض ہموطنوں نے اشارہ کیا

کہا تو بھی جانی نہ انصاف عدالت کو
سمجھو گے کیا تم وہ ... قیامت کو

انصاف و عدالت کی ... اپنے صندوق میں

جنکو دیکھ کر لوگ قیامت بپا ہونا سمجھتے ہیں قیامت برپا کرنے کی رائے میں شاید خاص قانون متعلق انصاف نہیں بنتا ہو ورنہ ہماری ایسی سرکار بھی بر بنائے کمی اے یا کرنسی کی وجہ سے کارکردگی کمی انصاف کا اعلان ہوتا ہے مگر کسی قانون کو بھی توڑنے کے قابل نہیں ہوتا۔ نظر آتی قانون ہے تو وہی عدل ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نے کچھ اختیارات گورنروں اور گورنر جنرل کو دیے ہیں جنکو قانون انصاف سے کوئی علاقہ نہیں مگر جب وہ قانونی حیثیت میں آگئے تو عین انصاف ہیں۔ اختیارات صرف رکھنے کو ہوتے ہیں۔ ایک آغا گرمی کے موسم میں سر کا چونہ پہنے جا رہے تھے۔ چونے پر ملی سی شبنمی کی چادر بھی اوڑھ رکھی تھی پسینہ سر سے جاری تھا جس کی لکیر عرق جبین میں خوط لگا رہی تھی۔ لوگوں نے پوچھا۔ آغا یہ تم نے کیا پہنا ہے۔ آغا نے فرمایا " بابا دارم چرا نپوشم " ہمارے آغا ریڈنگ بھی دارم چرا نپوشم کی منطق میں مبتلا ہو گئے آپکے آخری کارنامۂ انصاف نے شورش قیامت میں نمک کا کام دیا اور پنجاب میں جا کر دیکھیے تو سکھوں کے ساتھ آپ کے ہاتھوں نے کس قیامت کا انصاف کر رکھا ہے کہ تو بھی اس قیامت برپا رکھنے کے لیے پنجاب گورنمنٹ کو کونسل سے ایک بڑی رقم طلب کی وہ منظور ہو گئی۔ اور آپ بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ اکالیوں کے مقابلے میں سرکاری کوا پریٹو کا نہ ختم ہونے والا جاننا چاہیے۔ انصاف کا خون کر کے مگر مقصود تو قیامت برپا رکھنا ہے۔ گو روو ارے کسی کے ہیں مگر قیامت آپ کی اور آپ کے قانون کی ہے۔ دعوت نامہ کی میز پر قیامت ڈھانے کے بعد اب آپ خانہ دلی پہونچ گئے ہیں اور شاہ جمیل کے اجلاس میں لمن الملک الیوم کا بھونپو بجائیں گے۔ الغرض ؎

قیامت سے نہیں خالی کوئی گھر

جدھر دیکھو ادھر برپا ہے محشر

دوست فلاسفر اجمیر یہ قیاس مستی کا دعویٰ ہے کہ ۱۳ یا ۲۳ ستمبر کی قید مجہ کے نشاد عقل کی دلیل ہے اور اسمیں شبہ وارد کرنے کی اجازت نہ سائنس کے اعتبار سے ہے نہ منطق و فلسفہ کے اعتبار سے نہ مذہب کے اعتبار سے نہ پالیٹکس کے اعتبار سے بھلا پیدائش سے لے کر موت کے وقت تک قیامت سے نجات ہو سکتی ہے؟ بچہ جب پیدا ہوا ماں پر قیامت۔ جب تک گود میں ہے

پالنے والے پر قیامت ختم ہوا تو خود بچے کی جان پر قیامت بسم اللہ ہوئی تو قیامت۔ پڑھنے کا شوق ختم ہو گیا تو استاد جی نے پیٹا تو قیامت۔ شادی ہوئی تو دولھن پر قیامت بپا ہی تھی تو گھر کی قیامت دفعتہً بجھ گئی طبیعت سعی سے معزول ہوئی تو دوسری قیامت ہوئی کہ ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر

ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

بڑھاپا آیا تو پیچ پیچ قیامت آئی مگر عرض وہ لاکھوں افراد قیامت کی آفت میں مبتلا ہیں۔ عورت مرد بچہ جوان بوڑھا کوئی بچتے نہیں۔ اچھا تو ہم اپنی کہتے ہیں گو خود ہم اپنے پر بھی قیامت نے یورش کی۔ دلّی میں ایک فلس العماغ شخص نے ہمارے پرانے نامہ نگار مولانا منشی احمد علی شوق صاحب کی نظم دنگلی تو پی پر قیامت ترکی یعنی مشاعت ثانیہ کیا اپنے نام سے چھپوا دی یہ شرمناک قیامت ابھی دبی نہ تھی کہ سادس کی حب الوطنی یا عدم وطنی کے عنوان سے ایک صاحب نے دلی کے ایک گمنام مشتق افشاپردازی پر قیامت کا وار کیا یعنی شائع شدہ مضمون اپنے نام سے لکھ بھیجا اور ہم نے شائع کر دیا۔ پیچھے صاحب نکلے کہ بصورت قیامت نازل ہو گیا۔ اور بار بار اعلان کرنا پڑا کہ یار و خدا کے لیے پرانے پنچ کے کان مرا سکے سارہ منصوص تھے اب وہ زمانہ نہیں وہ لوگ نہیں سرقہ نہ کرو کچھ خود لکھو لکھاؤ۔ ہم کسی کا ادبی مضمون نقل نہیں کرتے یا تعصب نہیں ہے احسد نہیں ہے یہ صرف مقتضائے غیرت ہے۔ بارے ان دو واقعوں کے بعد پھر کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اب اپنے ہی حضرت کے بدظریف معاصرین کو تاکا ہے کوئی صاحب چلتا پھر تا دل لیے جاتے ہیں کوئی سماۃ کا نوٹس کے زرد لیے ہیں اور بڈھے کو تو دو ہرو دھرے ہیں کوئی صاحب فرخ آبادی سنہ زوری کی لکیر اپنی بنا کے لیتے ہیں۔ معاصر نگار کو ئی دنیا بھر کے مضامین کے حافظ ہیں نہیں جو اس قیامت کو آمد سے پہلے ہی روک دیں اور جہاں منقولات میں اودھ پنچ کا نام باریک قلم سے لکھ کے منقول عنہ کا نام ظاہر کرتے ہیں وہاں ایسے مضمون کو بھی ردی کی ٹوکری میں قیامت کے

بزرگ بیٹھے دیں۔ شاد و قضیت کی بدولت چھاپ دیتے ہیں وہ جرائد جنکا نقل و اقتباس ہے اگر اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے دو چار سطریں کسی اخبار یہ پرچہ سے نقل کر دیتے ہیں ان سے ہمیں فائدہ پہونچتا ہے لیکن جعلساز نامہ نگاروں سے قیامت کا نقصان ہے۔

پر قیامت پرسٹ مین کی ست برودی خریداروں کی برق طبعی و تحقیق شہریوں کی گھر درازی کاتب صاحب کے گھر میں شادی منتظر صاحب کے انتقال پر نظر پر یاسین صاحب کی اہلیہ کی بیماری یاسین کی اضطراری نا تمام خاور میں کی سست علمی سندھ ایڈیٹری کی مات جدائی کی بہ نسبت بہت بڑھی چڑھی ہے۔ ستمبر کے مہینے کا انتظار ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

جو لوگ لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر منٹیگو کے وزیر ہند اور وزیر ہند ہونے پر متحیر ہیں انکی حالت میں کوئی شبہ نہیں اول تو انھوں کو ہم ہم کے ریڈیاں بکثرت پالیسی ایک بڑائی آپ کو دوسرے تمام کاروبار مطلق انسان مزدوروں کے ہاتھ میں دیے گئے تھے بحری فوج کی وزارت اور ہندوستان کا تحت نشانی ایسے لوگوں کے اختیار میں ہونا چاہیے تھا جن پر ملک کو بھروسا ہے۔ اور جو کسی نہ کسی طرح سے ہندوستان کے محسن چلمسفورڈ صاحب جن کو ریاکے گورنر جیم پھر گئے ہیں ہندوستان کے محسن ہیں جلیانوالہ باغ کا معرکہ آپ کے رحم و کرم کا منت گزار ہے۔ مارشل لا آپ کے عہد میں جاری ہوا رولیٹ ایکٹ آپ کے عہد میں پاس ہوا۔ پنجاب میں بالجبر بھرتی آپ کی یادگار ہے۔ بہر حال آپکی ذات سے توی امید ہے کہ ہندوستانی چراگاہ کو اپنی قوم کی خاطر سے ضرور محفوظ رکھینگے اور اجارہ کر شنڈوا لے نہ دیجیے یا بالفاظ دیگر بالشویکی مزدور پرستی کا گھر یا ہندوستان میں نہ چلنے دیجیے۔ علی ہذا القیاس منٹیگو صاحب اگرچہ مجہول الاقبال شخص ہیں لیکن زمانہ دراز تک سیکریٹری میں گھوڑ کی کسی چالیں کھیل چکے ہیں دستورات کی چراگاہ کی قدر و قیمت سے بھی واقف ہیں ان حضرت سے بھی یہی امید ہے کہ مزدور شاہی کی بے اعتدالی کو ہندوستان تک نہ بڑھنے دینگے۔ پرانے واقف جب ہندوستانیوں کو پہچانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ انپر کس طرح حکومت